فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہند)

فتاویٰ یسئلونک

دارالافتاء والارشاد

الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

شمارہ 95 | جمعۃ المبارک 09 جمادی الاولیٰ 1442ھ 25 دسمبر 2020ء

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- بالمشافہ: سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہ جمع کروائیں۔
- بذریعہ ویب سائٹ: www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- بذریعہ برقی مراسلہ: ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- بذریعہ واٹس ایپ: 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

نوٹ: جوابات/فتاویٰ سوالات موصول ہونے کی ترتیب سے ارسال کیے جاتے ہیں۔

دارالافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1 گلستان جوہر، کراچی

غیر مسلموں کو ان کے تہواروں پر مبارکباد

سوال: میں اور میرے بہت سے احباب اس سوال کے جواب کے منتظر ہیں، سوال یہ ہے کہ غیر مسلموں کے تہواروں کے موقعوں پر ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہیے مثلاً دیوالی اور کرسمس پر کیا ہم انہیں مبارکباد کے طور پر ہیپی دیوالی اور میری کرسمس کہہ سکتے ہیں؟ ہم ایک ایسی جگہ پر قیام پذیر ہیں جہاں مسلمان اور غیر مسلم ایک ساتھ رہتے ہیں اور روزانہ کی بنیاد پر ہمارا ملنا جلنا اور کاروباری لین دین ہوتا ہے۔ ہر خوشی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ غیر مسلم ہمیں عید کے مواقع پر مبارکباد کے ساتھ ساتھ تحفے بھی پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر ان کے ہاں کوئی تہوار ہو تو ہم کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ برائے مہربانی رہنمائی فرمائیے کہ رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل غیر مسلموں کے تہواروں پر کیا ہوا کرتا تھا؟

جواب: شریعت مطہرہ نے مسلمانوں کو کفار کے طور طریقہ اختیار کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ عبادات اور لباس میں بھی کفار و مشرکین کے طریقہ کے خلاف کرنے کا حکم دیا تاکہ مسلمان اور غیر مسلم میں امتیاز ہمیشہ باقی رہے۔

ترمذی میں ہے: قَالَ رُكَانَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فَرْقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ (سنن الترمذی، کتاب اللباس عن رسول اللہ ﷺ، باب العمائم علی القلانس) ترجمہ: ”حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے کا فرق ہے۔“

صحیح مسلم میں ہے: عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ حِينَ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ (مسلم، کتاب الصیام، باب أی یوم یصام فی عاشوراء) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اس دن کی تو یہودی اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے راوی نے کہا کہ ابھی آئندہ سال نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔

دین اسلام نے کفار کے ساتھ تعلقات کی حدود رکھی ہیں کہ کس حد تک ان سے تعلقات جائز ہیں، کاروباری اور دنیاوی لین دین کے حوالے سے ان سے ملنا جلنا اور بات چیت کرنا درست ہے لیکن ان سے دلی محبت رکھنا جائز نہیں۔ اگر وہ کسی مسلمان کو عید پر تحفہ دیتا ہے یا مسلمان اس کو تحفہ دیتا ہے تو یہ دلی محبت اور الفت کی علامت ہے جو کہ جائز نہیں۔ بوقت ضرورت دنیاوی معاملات میں ان سے تعلق رکھنا درست ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (المائدۃ:۵۱) ترجمہ: اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ، یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حدیث میں ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ) ترجمہ: ”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہوگا۔“

من شبه نفسه بالكفار مثلا فی اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم أی فی الإثم والخير (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس)

ایک اور حدیث میں ہے: من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضی عمل قوم كان شريكا فی عمله (کنز العمال، کتاب الصحبة من قسم الأقوال وفيه أربعة أبواب، الباب الأول فی الترغيب فيها) ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مقدار کو بڑھایا وہ انہی میں سے ہوگا۔ اور جو کسی قوم کے عمل سے راضی ہوا وہ اس کے ساتھ عمل میں شریک ہے۔

نیز جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا کہ عبادات اور لباس وغیرہ میں بھی غیر مسلموں کی مشابہت کو اختیار کرنا ناپسندیدہ قرار دیا گیا تو ان کے تہوار

مناناً،ان کو مبارکباد دینا اور اس موقع پر تحفے تحائف کا تبادلہ وغیرہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے اور فقہاء نے فرمایا کہ غیر مسلموں کے تہواروں کی تعظیم کرنا کفر ہے۔

(الف)(والإعطاء بإسم النيروز والمهرجان لا يجوز) أي الهدايا باسم هذين اليومين حرام (وإن قصد تعظيمه) كما يعظمه المشركون (يكفر) (الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى)

(ب)ولو أهدى لمسلم ولم يرد تعظيم اليوم بل جرى على عادة الناس لا يكفر وينبغي أن يفعله قبله أو بعده نفيا للشبهة (الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى) ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم (مجمع الانهر، كتاب المرتد، باب الفاظ الكفر انواع)

لہٰذا صورت مسئولہ میں ذکر کردہ ہندو تہوار دیوالی پر مبارکباد دینا وغیرہ آپ کے لیے جائز نہیں یہ تعاون علی الاثم (یعنی گناہ پر تعاون) میں شامل ہے۔اس سے اجتناب کرنا لازم ہے اور دیگر مسلمانوں کو بھی حتی الوسع ایسا کرنے سے روکنا چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة:۲) ترجمہ:”اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، اور گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو۔“

فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام (روح المعاني، سورة المائدة:۲)

بینک سے قرض یا گاڑی لینا

سوال: میں بینک سے قرض لینا چاہتا ہوں، اور دوسرا سوال یہ کہ اگر میں بینک سے گاڑی لینا چاہوں، تو کیا بینک سے قرض یا گاڑی لینا جائز ہے؟ اس کے بارے کیا حکم ہے؟

جواب: مروجہ سودی بینک جو مختلف کاموں کے لیے قرضہ دیتے ہیں وہ سودی قرضہ ہوتا ہے، جس طرح سودی قرضہ دینا حرام ہے اسی طرح سودی قرضہ لینا بھی حرام ہے، اور حدیث شریف میں سود لینے اور دینے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں بینک سے قرض لینا یا گاڑی لینا جائز نہیں، اس لیے آپ کو کوشش کرنی چاہیے کہ بینک سے سودی قرضہ وغیرہ لینے کے بجائے کوئی دوسرا جائز متبادل راستہ اختیار کریں۔

مطلب: كل قرض جر نفعا حرام (قوله كل قرض جر نفعا حرام) أي إذا كان مشروطا كما علم مما نقله عن البحر، وعن الخلاصة وفي الذخيرة وإن لم يكن النفع مشروطا في القرض، فعلى قول الكرخي لا بأس به ويأتي تمامه.(رد المحتار،۷/۴۱۳)

قال ط: قلت: والغالب من أحوال الناس أنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولولاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة الشرط، لأن المعروف كالمشروط وهو مما يعني المنع، والله تعالى أعلم اهـ. (قره عين الأخيار لتكملة رد المحتار،۷/۴۱)

سیدہ لڑکی کا نکاح غیر سید سے کرنا

سوال: سیدہ لڑکی کا نکاح غیر سید میں کرنا کیسا ہے، کیا ہم کفو ہونے میں دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

جواب: سیدہ لڑکی اور غیر سید لڑکا ہم پلہ نہیں ہو سکتے، اس لیے ولی کی اجازت کے بغیر سیدہ لڑکی کا نکاح غیر سید لڑکے سے جائز نہیں ہے، البتہ ولی کی اجازت سے نکاح کرنا جائز ہے، لہٰذا اگر سید خاندان میں مناسب رشتہ نہ مل رہا ہو اور ولی کسی مصلحت، مثلاً لڑکے کی دینداری، عمدہ اخلاق اور اس کی شرافت وغیرہ کی وجہ سے اپنی لڑکی کا نکاح غیر سید خاندان میں کرنا چاہے، اور لڑکی بھی اس رشتہ کے لیے راضی ہو، تو ولی کی رضامندی سے اس کا نکاح غیر سید خاندان میں کیا جا سکتا ہے۔

الكفاءة معتبرة في الرجال للنساء للزوم النكاح، كذا في محيط السرخسي ولا تعتبر في جانب النساء للرجال، كذا في البدائع. فإذا تزوجت المرأة رجلا خيرا منها؛ فليس للولي أن يفرق بينهما فإن الولي لا يتعير بأن يكون تحت الرجل من لا يكافئوه، كذا في شرح المبسوط للإمام السرخسي. .. الحسيب كفء للنسيب حتى أن الفقيه يكون كفئا للعلوية ذكره قاضي خان والعتابي في جوامع الفقه وفي الينابيع والعالم كفء للعربية والعلوية والأصح أنه لا يكون كفئا للعلوية، كذا في غاية السروجي (الفتاوى الهندية،۱/۲۹۰)

(ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان) فلا تحل مطلقة ثلاثا نكحت غير كفء بلا رضا ولي بعد معرفته إياه فليحفظ. (الدر المختار،۳/۵۷)

(قوله بعدم جوازه أصلا) هذه رواية الحسن عن أبي حنيفة، وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد، فلا يفيد الرضا بعده بحر. وأما إذا لم يكن

لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا کما یأتی لأن وجه عدم الصحة علی هذه الروایة دفع الضرر عن الأولیاء...(قوله نکحت) نعت لمطلقة وقوله بلا رضا متعلق بنکحت وقوله بعد ظرف للرضا, والضمیر فی معرفته للولی وفی إیاه لغیر الکفء, وقوله بلا رضا نفی منصب علی المقید الذی هو رضا الولی والقید الذی هو بعد معرفته إیاه فیصدق بنفی الرضا بعد المعرفة وبعدمها وبوجود الرضا مع عدم المعرفة.ففی هذه الصور الثلاثة لا تحل وإنما تحل فی الصورة الرابعة وهو رضا الولی بغیر الکفء مع علمه بأنه کذلک اهـ ح...(قوله فلیحفظ) قال فی الحقائق شرح المنظومة النسفیة وهذا مما یجب حفظه لکثرة وقوعه. اهـ. وقال الکمال: لأن المحلل فی الغالب یکون غیر کفء, وأما لو باشر الولی عقد المحلل فإنها تحل للأول. اهـ.وفی البحر وهذا کله إذا کان لها ولی وإلا فهو صحیح مطلقا اتفاقا(حاشیة ابن عابدین،۵۷/۳)

طالبِ علم کو زکوۃ کب دی جا سکتی ہے؟

سوال: جس بچے کی عمر چودہ سال سے کچھ ماہ زیادہ ہو اور وہ پڑھ بھی رہا ہو، لیکن اس کے ماں باپ کی حیثیت کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ ان کے پاس کوئی زیور وغیرہ ہے یا نہیں، تو ایسے بچے کو زکوۃ دی جا سکتی ہے، اور اگر دی جا سکتی ہے تو کس عمر میں دی جائے، تاکہ وہ اپنے تعلیمی اخراجات پورے کر سکے۔ اس مسئلے میں میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب: بچہ جب تک بالغ نہیں ہوتا زکوۃ کے معاملے میں وہ اپنے والد کے تابع ہوتا ہے، بالغ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی عمر بارہ سال پوری ہوجائے اور اس کے بعد اس کو احتلام ہوجائے، یا اس کی عمر چاند کے حساب سے پندرہ سال مکمل ہوجائے تو شرعاً وہ بالغ شمار ہوگا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر یہ بچہ بالغ اور مستحقِ زکوۃ ہے، خواہ اس کا والد صاحبِ نصاب ہو یا نہ ہو، تو وہ تعلیمی اخراجات اور دیگر ضروریات کے لیے کسی سے زکوۃ کی رقم لے سکتا ہے، بالخصوص جبکہ اس کے والدین تعلیمی خرچہ اٹھانے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔ اور اگر بچہ ابھی تک نابالغ ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا والد مالدار ہو تو بالغ ہونے تک اس کو زکوۃ نہیں دی جا سکتی، اگر والد مالدار نہ ہو تو اس کو زکوۃ دی جا سکتی ہے۔

لا یجوز دفع الزکاة إلی من یملك نصابا أی مال کان دنانیر أو دراهم أو سوائم أو عروضا للتجارة أو لغیر التجارة فاضلا عن حاجته فی جمیع السنة هکذا فی الزاهدی والشرط أن یکون فاضلا عن حاجته الأصلیة وهی مسکنه وأثاث مسکنه وثیابه وخادمه ومرکبه وسلاحه ولا یشترط النماء إذ هو شرط وجوب الزکاة لا الحرمان کذا فی الکافی(الفتاوی الهندیة ،۱۸۹/۱)

ولا یجوز دفعها إلی ولد الغنی الصغیر کذا فی التبیین.ولو کان کبیرا فقیرا جاز, ویدفع إلی امرأة غنی إذا کانت فقیرة, وکذا إلی البنت الکبیرة إذا کان أبوها غنیا; لأن قدر النفقة لا یغنیها وبغنی الأب والزوج لا تعد غنیة کذا فی الکافی.ویجوز صرفها إلی الأب المعسر, وإن کان ابنه موسرا کذا فی شرح الطحاوی.ویجوز صرفها إلی من لا یحل له السؤال إذا لم یملك نصابا, وإن کانت له کتب تساوی مائتی درهم إلا أنه یحتاج إلیها للتدریس أو التحفظ أو التصحیح یجوز صرف الزکاة إلیه کذا فی فتاوی قاضی خان. سواء کانت فقها أو حدیثا أو أدبا هکذا فی محیط السرخسی. (الفتاوی الهندیة،۱۸۹/۱)

الشعار أظهر فی التشبه ذکر فی هذا الباب(مرقاة المفاتیح،۲۸۲/۷)

اجتہاد سے کیا مراد ہے

سوال: اجتہاد سے کیا مراد ہے؟

جواب: اجتہاد کے لغوی معنی ہیں کہ کسی کام کو انجام دینے میں تکلیف ومشقت اٹھاتے ہوئے اپنی پوری کوشش صرف کرنا۔ اور فقہ کی اصطلاح میں اجتہاد سے مراد یہ ہے قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کی روشنی میں مقررہ شرائط کے مطابق شریعت کے فرعی مسائل واحکام کا استنباط اور استخراج کرنا۔ (مستفاد: جواہر الفقہ،۲/۲۱)

مطلب فی الاجتهاد وشروطه قوله (والاجتهاد شرط الأولویة) هو لغة بذل المجهود فی تحصیل ذی کلفة وعرفا ذلك من الفقیه فی تحصیل حکم شرعی.قال فی التلویح ومعنی بذل الطاقة أن یحس من نفسه العجز عن المزید علیه وشرطه الإسلام والعقل والبلوغ وکونه فقیه النفس أی شدید الفهم بالطبع وعلمه باللغة العربیة وکونه حاویا لکتاب الله تعالی فیما یتعلق بالأحکام وعالما بالحدیث متنا وسندا وناسخا ومنسوخا وبالقیاس وهذه الشرائط فی المجتهد المطلق الذی یفتی فی جمیع الأحکام (حاشیة ابن عابدین،۳۶۵/۵)

ختم شد